یٰسٓ اختر مصباحی

دارالقلم ذاکر نگر نئی دہلی

کی

مؤلف

یٰسٓ اختر مصباحی

بانی وصدر دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

بانی رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

طابع و ناشر

دارالقلم-92/66 قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر (جوگا بائی ایکسٹینشن)

اوکھلا، نئی دہلی-110025 (انڈیا)

فون:011-26986872، فیکس نمبر:011-26987184

اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نسبت سے ہندوستان کا ایک بڑا دینی اور روحانی مرکز تھا۔ وہاں کی بڑی علمی شخصیت کون تھی؟ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ جو پہلے بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے تھے اور بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بنے۔ آپ یہاں اجمیر کالج میں صدر مدرس تھے۔ (ص ۲۰۔ مطالعۂ بریلویت جلد چہارم مطبوعہ دیوبند)

(۳) اِعلام الاعلام بأن ہندوستان دار الاسلام (۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء) جس کی پہلی طباعت بشکلِ رسالہ بماہِ مارچ ۱۹۲۷ء حسنی پریس بریلی سے ہوئی۔ اس میں امام احمد رضا بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) تحریر فرماتے ہیں:

> "دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے کے بارے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک اعلانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں۔ اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔" (اعلام الاعلام مطبوعہ حسنی پریس۔ بریلی)

دوام العیش فی الائمۃ من قریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) امام احمد رضا بریلوی کے وصال ۱۹۲۱ء کے بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء میں حسنی پریس بریلی سے شائع ہوئی اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

> "مفلس پر اعانتِ مال نہیں۔ بے دست و پا پر اعانتِ اعمال نہیں۔ ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔ (دوام العیش مطبوعہ بریلی)

۱۸۸۸ء میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک استفتاء کے جواب میں ہندوستان کو دارالاسلام کہا اور اعلام الاعلام تحریر کیا جس کی اشاعت آپ کے وصال (۱۹۲۱ء) کے تقریباً سات سال بعد ہوئی۔ اس کے اندر ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہاں احکام و شعائرِ اسلامیہ پر پابندی نہیں نہ ہی انھیں پامال کر کے یہاں مسلمانوں پر اعلانیہ احکام شرک جاری ہیں۔ یہ اساسِ حکم ہے جو شریعتِ اسلامیہ و اصول فقہ کے مطابق ہے۔ اسی طرح اس دور میں آپ کے وصال تک مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد نہیں تھا کیوں کہ ان کے اندر قدرت و استطاعتِ جہاد نہیں تھی۔ یہ مسئلہ بھی عین مطابق شریعت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس دور میں علمائے ہند میں سے کسی

قابلِ ذکر عالم وفقیہ ومفتی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے اوراس میں جہادفرض ہونے کا فتویٰ شاید ہی دیا ہو۔اوراگر دیا ہوتو وہ اصولاً صحیح نہیں اورنا قابل عمل بھی تھا۔

ان دونوں باتوں کوایک ساتھ سمجھانے کے لئے میں معترضین ومعاندین سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ہزاروں مساجد پنجاب وغیرہ مشرکینِ ہند کے قبضے میں چلی گئیں۔ ہزاروں مسلمان عورتوں کی عصمت دری وآبروریزی ہوئی۔اس دورِ وحشت اثر کے بعد بھی سالہا سال تک ہزاروں ہندو مسلم فسادات میں مسلمانوں کی جان ومال کی تباہی اوران کی عزت وناموس کی بربادی ہوتی رہی۔اوردسمبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد ہندوستانی کورٹ وگورنمنٹ وپولیس وملٹری کی موجودگی میں شہید کی گئی اورملک بھر میں مسلمانوں کاوحشیانہ قتل اوران کی خوں ریزی ہوئی۔مارچ ۲۰۰۲ء میں صرف صوبہ گجرات کے اندر حکومتِ گجرات کی شہ پر تین چار ہزار مسلمان شہید کردیئے گئے۔ایسے سنگین ایام و اوقات میں بھی ہندوستان کے کس طبقہ کے علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قراردیااوراس کے اندر جہادفرض ہونے یایہاں سے ہجرت کرنے کافتویٰ دیا؟؟؟

حلقہٗ دیوبند کے قطب الاقطاب و امام ربانی مولانا رشیداحمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) لکھتے ہیں—

”ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بظاہر تحقیقِ حال بندہ کی خوب نہیں ہوئی۔حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اوراصل میں کسی کوخلاف نہیں۔اور بندہ کوبھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔فقط۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔(ص ۵۰۵۔فتاویٰ رشیدیہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

”دارالحرب ہونا ہندوستان کا مختلف علماے حال میں ہے۔اکثر دارالاسلام کہتے ہیں اور بعض دارالحرب کہتے ہیں۔بندہ اس میں فیصلہ نہیں کرتا۔(ص:۷۔جلد اول۔فتاویٰ رشیدیہ۔کتب خانہ رحیمیہ دہلی)

دیوبندی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) گومگو اورتردد کی کیفیت میں ہیں۔رجحان دارالحرب کی طرف ہے مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہجرت کے معاملے میں

دارالحرب اور سود کے معاملے میں دارالاسلام قرار دینا چاہیے۔ (خلاصۂ مفہوم۔ص:۳۷۱ و ۳۶۲۔از قاسم العلوم مطبوعہ لاہور)

دیوبندی حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲/۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں—

''عموماً دارالحرب کا معنیٰ غلطی سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جہاں حرب واجب ہو۔ سو اس معنیٰ میں تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیوں کہ یہاں بوجہ معاھدہ کے حرب درست نہیں۔ (ص:۱۴۷۔باب اول۔ملفوظ ۶۱۴۔کمالات اشرفیہ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون)

بینک سے لین دین کے منافع کو سود قرار دیتے ہوئے انیسویں صدی کے بالکل آخر میں مولانا اشرف علی تھانوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے ۱۸۸۷ء میں تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھند وستان (مسودہ صفر ۱۳۰۵ھ، مبیضہ رمضان ۱۳۰۷ھ) لکھا جو ان کی زندگی ہی میں شائع ہوا اس کے اندر دارالاسلام اور دارالحرب کی بحث کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

''اور ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے کیوں کہ اگرچہ احکام شرک کے اس میں علی الاعلان جاری ہیں لیکن احکام اسلام کے بھی بلاخوف وخطر مشتہر ہیں۔ اور دونوں کے باقی رہنے سے دارالحرب نہیں ہوتا۔ اور نہ امام صاحب کے قول پر دارالحرب ہے کیوں کہ اجرائے احکامِ کفر بہ تفسیرِ مذکور یہاں نہیں بلکہ بدستور احکامِ اسلام جاری ہیں اور ایسی صورت میں دارالحرب نہیں ہوتا۔'' (ص:۸۔تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھند وستان از مولانا اشرف علی تھانوی۔اشرف المطابع تھانہ بھون)

پھر انقلاب ۱۸۵۷ء کے پس منظر میں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے مولانا تھانوی لکھتے ہیں:

''شاید کسی کو شبہ ہو کہ غدر سے تو امانِ اول باقی نہیں رہا بلکہ عہدِ ثانی کی ضرورت ہوئی۔ اول تو یہ بات غلط ہے۔ غدر میں صرف باغیوں کو اندیشہ تھا۔ عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی۔ دوسری سلّمنا غایت سے غایت یہ ہوگا کہ بعض کے لئے امانِ اول باقی ہے بعض کے لئے امانِ ثانی۔ یہ بھی مثل دونوں اِجراؤں یا دونوں اتصالوں کے ہوگا اور ترجیح دارالاسلام کو دی جائے گی۔

اور اگر بالفرض و التقدیر اس صورت میں دارالحرب بھی ہوگیا تب بھی دارالحرب اِجراے احکام اسلام مثلِ جمعہ و عید سے دارالاسلام ہوجاتا ہے۔فی الدر المختار۔ و دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراءِ احکامِ اھلِ الاسلام فیھا کجمعۃ و عید۔ اِن بقی فیھا کَافِرٌ اَصلی و ان لم تتصل بدارالاسلام ۔اس صورت میں بھی ہندوستان دارالاسلام ہوگا۔(ص:۹۔تحذیر الاخوان عن الربوٰ فی الھندوستان از مولانا اشرف علی تھانوی۔ اشرف المطابع تھانہ بھون)

پس تعجب ہے کہ بعض اھلِ اسلام ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر آمدنِ بینک کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ لے کر خود نہیں کھاتے دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔ یہ ایک اعتبار سے پہلے سے بُرا ہے۔" (ص:۔۱۰۔تحذیر الاخوان از مولانا تھانوی)

ابوالحسنات مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی (متولد ذوالقعدہ ۱۲۶۴ھ/ اکتوبر ۱۸۴۸ء متوفی ربیع الاول ۱۳۰۴ھ/ دسمبر ۱۸۸۶ء۔فرزند مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی متولد شعبان ۱۲۳۹ھ/ اپریل ۱۸۲۴ء۔متوفی شعبان ۱۲۸۵ھ/ دسمبر ۱۸۶۸ء) لکھتے ہیں کہ —"بلادِ ہند جو قبضۂ نصاریٰ میں ہیں دارالحرب نہیں ہیں۔(ص ۳۰۲۔جلد اول فتاویٰ عبدالحیٔ فرنگی محلی ۔مطبع یوسفی لکھنؤ)

واضح رہے کہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) نے ہندوستان کے دارالاسلام و دارالحرب ہونے کے مسئلے پر فقہاے احناف کے تین اقوال تحریر کیے اور تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ —"وہمیں قولِ ثالث را محققین ترجیح دادہ اندو بریں تقدیر معمولۂ انگریزاں و اشباہ ایشاں لاشبہ دارالحرب است"۔(ص:۱۱۰۔جلد اول فتاویٰ عزیزی مطبع مجتبائی دہلی)

اپنے وقت میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے برطانوی سامراج کے پنجۂ استبداد میں پھڑ پھڑاتے اور شعائر اسلام کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر ہندوستان کے دارالحرب ہونے کو ترجیح دی اور علامہ فضل حق خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) نے ۱۸۵۷ء میں برطانوی

سامراج اور غاصب وقابض انگریزوں کے خلاف جامع مسجد دہلی میں تقریر کی اور فتوائے جہاد دیا جس پر اس وقت کے مشہور علما کی تحریری تصدیقات ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے اس وقت کے علماء نے دو فتاویٰ اس کے علاوہ بھی جاری کیے۔ ایک فتویٰ پر حضرت مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (متوفی ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) کا بھی دستخط ہے۔

تاریخی ریکارڈ کے مطابق مجلسِ مذاکرۂ علمیہ کلکتہ بتاریخ ۲۳/نومبر ۱۸۷۰ء میں مولانا کرامت علی جون پوری خلیفۂ سید احمد رائے بریلوی نے اپنی تقریر میں کہا— ''مملکت ہندوستان بالفعل پادشاہ عیسائی مذہب کے قبضہ واقتدار میں ہے۔ مطابق فقہِ حنفی کے دارالاسلام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔'' (ص:۳۰۔ اسلامی مذاکرۂ علمیہ کلکتہ مطبع نولکشور لکھنؤ)

علمائے حرمین سے بھی تقریباً ۱۸۷۰ء میں اسی سلسلے میں استفتاء ہوا جس کے جواب میں انھوں نے لکھا کہ محض غیر مسلم کے ہاتھ میں ملک کے چلے جانے سے نہیں بلکہ کل یا اکثر احکامِ اسلام کے اِجرا اور ان پر عمل کرنے میں خلل واقع ہونے سے کوئی دارالاسلام دارالحرب ہوتا ہے۔ اس طرح کا جواب شیخ جمال بن عبداللہ مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ و شیخ احمد بن زینی دحلان مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ نے دیا۔ (ص ۳۹۔ مذاکرۂ علمیہ کلکتہ مطبوعہ)

جولائی ۱۸۷۰ء میں ایک فتویٰ دیا گیا کہ احکام اسلام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے ہندوستان میں جہاد ناجائز ہے۔ اس فتویٰ پر ان حضرات کے دستخط و مہر ثبت ہیں۔ مولوی محمد علی لکھنوی، مولوی عبدالحئ لکھنوی، مولوی فیض اللہ لکھنوی، مولوی محمد نعیم لکھنوی، مولوی قطب الدین لکھنوی، مفتی سعد اللہ لکھنوی، مولوی لطف اللہ رام پوری، مولوی غلام علی رام پوری۔ (ص:۲۱۷۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان از ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔ ترجمہ صادق حسین۔ ناشر الکتاب انٹرنیشنل، بٹلہ ہاؤس، نئی دہلی ۲۵۔ مطبوعہ ۲۰۰۲ء)

غیر مقلد محدث نذیر حسین بہاری ثم دہلوی (متوفی ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) کے بارے میں ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ انھوں نے ہندوستان کو کبھی دارالحرب نہ کہا۔ (۱۳۴۔ الحیاۃ بعد المماۃ از فضل حسین بہاری۔ مکتبۂ شعیب کراچی)

غیر مقلد عالم و مصنف نواب صدیق حسن بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں:

''پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں اس امر میں کہ برٹش حکومت مٹ

جاوے اور یہ امن وامان جو آج حاصل ہے فساد کے پردے میں جہاد کا نام لے کر اٹھا دیا جائے سخت نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔ بھلا ان عاقبت نا اندیشوں کا چاہا ہوگا یا اس پیغمبر صادق کا فرمایا ہوگا جس کا کہا ہوا آج ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

(ص ۷۔ ترجمان وھابیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی۔ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ)

''حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا پڑا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزمِ جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔ (ص ۱۵۔ ترجمان وھابیہ از نواب صدیق حسن بھوپالی۔ مطبع محمدی لاہور)''اس مقام پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان دارالحرب ہی ہو تو بھی حکامِ انگلشیہ کے ساتھ جو یہاں کے رئیسوں کا عہد اور صلح ہے اس کا توڑنا بڑا گناہ ہے۔

(ص ۲۶۔ حوالۂ مذکورہ)

لفظ وھابی کی جگہ حکومت انگلشیہ سے اھل حدیث نام رجسٹرڈ کرانے والے معروف غیر مقلد وکیل مولانا محمد حسین بٹالوی (متوفی ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) لکھتے ہیں:

''جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی ہو وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اور اقوامِ غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پالیا ہو تو جب تک اس میں ادائے شعائرِ اسلام کی آزادی ہے وہ بحکمِ حالت قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔

(ص: ۱۹۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد از محمد حسین بٹالوی۔ وکٹوریہ پریس لاہور)

تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) کے بانی حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (وصال رجب ۱۳۴۴ھ/ جنوری ۱۹۲۶ء) اپنے ایک خط مطبوعہ اخبار مشرق گورکھپور مورخہ ۶ر مئی ۱۹۲۰ء میں ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:—

''ہم لوگ ہندوستان کو دارالاسلام سمجھتے ہیں اور اعزازِ دین و اعلائے کلمۃ الحق کی نیت سے قیام کیے ہوئے ہیں اس واسطے ہجرت فرض نہیں جانتے مگر جب چارہ نہ ہو'' الخ۔ (ص ۱۳۸۔ تحریک خلافت از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو، نئی دہلی۔ طبع دوم ۱۹۹۷ء)

مذہبی تحریک خلافت نے جب گاندھی کی قیادت میں مکمل سیاسی روپ اختیار کرتے ہوئے

ترک موالات کی تحریک (۱۹۲۰ء) شروع کی تو مسئلہ خلافت ہی کی طرح مسئلہ موالات کو بھی سیاسی تختۂ مشق بنایا گیا۔ موالات کہتے ہیں قلبی محبت کو اور کسی مسلمان کے لئے از روئے قرآن و حدیث یہود و نصاریٰ و کفار و مشرکین سے قلبی محبت ناجائز ہے۔ موالاتی لیڈر ایک طرف انگریزوں سے ہر طرح کے تعلق کو از روئے مذہب ناجائز کہتے تھے تو دوسری طرف ہندوستانی کفار و مشرکین سے موالات و مؤدت و یاری دوستی کے عملی نمونے پیش کر رہے تھے۔ محض سیاسی و ملکی مفاد کے لئے اہل وطن کے اشتراکِ عمل کی قوت سے انگریزوں کے اقتدار و حکومت کے خاتمہ کی جد و جہد صحیح تھی مگر مذہباً اسے لوگوں پر مسلّط کرنا اور خلافِ شرع حرکات کرنا قطعاً غلط تھا اور غلط ہے۔ چوں کہ قرآن و حدیث میں موالات ہر کافر و مشرک سے ناجائز قرار دیا گیا ہے اس لئے نصاریٰ ہوں کہ یہود ہوں کہ ہنود ہوں کہ مجوس ہوں ہر ایک سے مؤدت و موالات ناجائز ہے۔ اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی نے اپنے آخری دور میں ایک سوال کے جواب میں المحجة المؤتمنة فی آية الممتحنة (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰) تصنیف فرما کر مسئلہ موالات اور اس کے متعلقات کی شرعی و علمی حیثیت واضح کی۔

اسی سلسلے میں ایک استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں — ''قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی۔ مجوس ہوں خواہ یہود و نصاریٰ ہوں خواہ ہنود اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود۔ اور یہ سب مدعیانِ ترکِ موالات، مشرکین مرتدین سے یہ موالات برت رہے ہیں۔ پھر ترکِ موالات کا دعویٰ؟ (ص:۱۲۔ جلد ۶۔ فتاویٰ رضویہ مطبوعہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی)

تحریکِ ترکِ موالات کے چوٹی کے لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد نے یہاں تک کہہ دیا کہ — ''حکومت سے ترکِ موالات اس طرح فرض ہے جس طرح نماز اور روزہ اور دوسرے ارکان اسلام فرض ہیں۔'' (ص:۱۶۴۔ تبرکاتِ آزاد از غلام رسول مہر۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۶۳ء)

اصل مقصدِ تحریک از تحریک خلافت تا تحریک ترک موالات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے مولانا آزاد کہتے ہیں کہ — ''کوشش اور لڑائی صرف اماکنِ مقدسہ اور خلافت کے لئے نہیں بلکہ ہندوستان کو حکومتِ خود اختیاری دلانے کے لئے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم جد و جہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس سرزمین آزاد نہ کرالیں۔ (ص:۲۴۔ دوامغ الحمیر۔ مطبوعہ بریلی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۰ء)